اصلاح معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر ۱۲

اسلام
اور
حقوق العباد
(بندوں کے حقوق)

حضرت مولانا سید محمد ارشد صاحب مدنی دامت برکاتہم
صدر المدرسین واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ:
دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو جو احکام دیے ہیں ان سے دو قسم کے فرائض بندوں پر لازم ہوتے ہیں ایک وہ فرائض اور ذمہ داریاں ہیں جو بندے پر اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر عائد ہوتی ہیں جیسے ایمان لانا، نماز پڑھنا، روزہ رکھنا وغیرہ ایسے فرائض اور ذمہ داریوں کو حقوق اللہ کہا جاتا ہے۔ دوسرے وہ فرائض اور ذمہ داریاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ایک بندے پر دوسرے کے لیے لازم کی ہیں ایسے فرائض اور ذمہ داریوں کو حقوق العباد کہا جاتا ہے، یہ حقوق العباد (بندوں کے حقوق) اس اعتبار سے زیادہ اہم ہیں کہ ان میں اگر کوتاہی ہو جائے اور بندہ اگر ان کو ادا نہ کر سکے تو صرف توبہ واستغفار سے معاف نہیں ہوتے جب تک کہ ان کو ادا نہ کر دے یا جس بندے کے حق میں کوتاہی کی ہے وہ معاف نہ کر دے، جب کہ حقوق اللہ (اللہ کے حقوق) صرف توبہ واستغفار سے معاف ہو جاتے ہیں بلکہ اگر بندہ توبہ بھی نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں سزا دیے بغیر صرف اپنے فضل وکرم سے معاف کر سکتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ" (النساء : ۴۸)

بلا شبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو (سزا دے کر بھی) نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے (بلکہ ہمیشہ دائمی سزا میں مبتلا رکھیں گے) اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں (خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ) جس کے لیے منظور ہوگا (بلا سزا) وہ گناہ بخش دیں گے۔ (بیان القرآن)

دوسری طرف حقوق العباد کے سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

"يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إلا الدَّيْنَ" (صحیح مسلم. حدیث: ۱۸۸۶)

شہید کا ہر گناہ معاف کر دیا جاتا ہے سوائے قرض کے۔

کہ اگر کسی شخص کا قرض کسی کے ذمے میں ہے تو جب تک ادا نہ کر دے وہ معاف نہیں ہو سکتا خواہ کتنا ہی بڑا نیک عمل کر لے یہاں تک کہ اللہ کے راستے میں اپنی جان ہی

کیوں نہ دے دے، امام نووی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قرض سے مراد تمام حقوق العباد (بندوں کے حقوق) ہیں۔

ایک حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندوں کے حقوق کی اہمیت اس انداز سے بیان فرمائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقوق العباد میں کوتاہی نہ صرف یہ کہ آخرت میں سخت باز پرس کا سبب بنے گی بلکہ اللہ تعالیٰ کے ادا کیے ہوئے حقوق بھی اکارت ہوجائیں گے، بندوں کے حقوق میں غفلت اور زیادتی کرنے والے لوگ اپنی نماز، روزے اور دیگر عبادتوں کا ثواب حاصل نہ کرسکیں گے ان عبادتوں کا ثواب ان مظلوم بندوں کو دے دیا جائے گا جن کے حقوق ان عبادت گذار بندوں نے پامال کیے ہوں گے مزید برآں اگر ظلم وزیادتی کی تلافی ظالموں کی نیکیوں سے نہ ہوسکی تو مظلومین کے گناہوں کا بوجھ ظالمین کے سروں پر ڈال دیا جائے گا۔ چناں چہ ارشاد نبوی ہے:

" أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطَى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ" (صحيح مسلم، حديث : ۲۵۸۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: ہم لوگوں میں تو مفلس اس کو کہا جاتا ہے جس کے پاس کوئی درہم (روپیہ، پیسہ) اور کوئی ساز وسامان نہ ہو! اس پر آپ نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ شخص ہوگا جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکاۃ لے کر آئے گا لیکن کسی کو گالی دے چکا ہوگا، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھالیا ہوگا، کسی کا خون کردیا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، تو ان لوگوں کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور اگر اس کی عبادتیں ان حقوق کو ادا کرنے سے پہلے ہی ختم ہوگئیں جو اس کے ذمے لازم تھے تو پھر ان لوگوں کے گناہ اس کے اوپر ڈال دیے جائیں گے، پھر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

کن کے حقوق واجب ہیں؟

اب ذہن میں یہ سوال آسکتا ہے کہ ہم پر کن کن لوگوں کے حقوق واجب ہیں تو اس سلسلہ میں قاعدہ تو یہ ہے کہ دنیا کی کوئی شئی ایسی نہیں ہے جس کا ایک دوسرے پر حق نہ ہو، علماء کرام نے اس حوالے سے ایک آیت کریمہ کو بنیاد بنایا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا یہ جامع و بلیغ کلام ہے:

"هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا" (البقرہ: ۲۹)

(وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدے کے لیے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب)

اس آیت کریمہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہر شئی سے وہ نفع اٹھایا جائے جس کے لیے اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے اور ان موقعوں پر اس کو صرف کیا جائے جن میں صرف کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کا دنیا کی ہر چیز سے نفع کا تعلق ہے، ایک طرح کا لگاؤ ہے اس لگاؤ کا تقاضا یہ ہوگا کہ اس کی ترقی وحفاظت کی کوشش کی جائے اور ہر اس پہلو سے بچایا جائے جس سے اس کا نفع ختم ہو جائے یا نفع پہنچانے میں رکاوٹ اور نقصان پیدا ہو اور اسی کا نام حق ہے جس کو خود ادا کرنا ضروری ہے۔ اس آیت کے ضمن میں علماء نے لکھا ہے کہ ہر شئی کا جاندار ہو یا غیر جاندار ایک دوسرے پر حق ہے، شاید اسی لیے اس آیت سے کچھ پہلے کفار وفساق کی بری صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"وَیَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ" (البقرہ: ۲۷)

یہ فساق قطع کرتے رہتے ہیں ان تعلقات کو کہ حکم دیا ہے اللہ نے ان کو جوڑنے کا اور فساد کرتے رہتے ہیں زمین میں۔

حضرت تھانوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس میں تمام تعلقات شرعیہ داخل ہیں خواہ وہ تعلقات ہوں جو بندے اور خدا کے درمیان ہیں یا وہ جو اس کے اور اقرباء اور رشتہ داروں کے درمیان ہیں اور جو عام اہل اسلام کے درمیان ہیں اور عام انسانوں کے درمیان ہیں۔ (بیان القرآن)

آیت کے آخری ٹکڑے سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حقوق کو ادا نہ کرنا دنیا میں فساد و بے

امنی کی بنیاد اور جڑ ہے۔

یہ تو ایک عام ضابطہ ہوا اس کے علاوہ قرآن وحدیث میں اس قدر تفصیل سے بندوں کے حقوق کو بیان کیا گیا ہے کہ شاید ہی دوسرے حقوق پر اتنی تفصیل ہو۔ مثلاً ارشاد خداوندی ہے:

” وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ “(النساء: ٢٧)

اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور اہل قرابت کے ساتھ بھی، اور یتیموں کے ساتھ بھی اور غریب غرباء کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور دور والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور راہ گیر کے ساتھ بھی اور ان کے ساتھ بھی جو تمہارے مالکانہ قبضے میں ہیں۔

اس آیت کریمہ کی جامعیت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ سارے عالم کے انسانوں کے حقوق ادا کرنے کی وصیت فرمادی گئی اور لطیف پیرایے میں ان اہل حقوق میں ترتیب بھی قائم ہوگئی کہ والدین کا حق اہل قرابت پر مقدم ہے اور اہل قرابت کا یتیموں وغیرہ پر، اسی طرح تمام اہل حقوق میں ترتیب ہے لیکن یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ یہ ترتیب اسی وقت ہے جب کہ یہ اہل حقوق حق پر قائم ہوں اور اگر کوئی باطل پر ہے مثلاً اہل قرابت اور یتیموں کا کوئی معاملہ ہے اور یتیم حق پر ہیں تو محض قرابت کی بنیاد پر ان کا تعاون نہیں کیا جائے گا اس کو عصبیت کہا جاتا ہے جو شریعت میں انتہائی مذموم عمل ہے۔

کیا کیا حقوق واجب ہیں؟

ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ بندوں کے کیا کیا حقوق ہم پر واجب ہیں تو اس سلسلے میں بات اصل وہی ہے جو اوپر ذکر کی گئی کہ ہر اس پہلو سے بچا جائے جس سے اس کا نفع ختم ہو جائے یا اس کے نفع پہنچانے میں رکاوٹ اور نقصان پیدا ہو اس کی تفصیل یہ کی جاسکتی ہے کہ خلق خدا کی جان، مال، عزت وآبرو کی حفاظت کی جائے، دولت، عزت، علم اور جو اللہ تعالیٰ نے

نعمتیں ہم کو دی ہیں ان کو بانٹا جائے، والدین، رشتہ دار، پڑوسی اور ضرورت مندوں کی خدمت کی جائے ان کی مشکلات میں سہارا بنیں، کسی کا مال نہ کھائیں، اپنے ماتحتوں سے ہمدردی کریں ان کی ضرورتوں اور آرام کو پیش نظر رکھیں۔حق تو یہ ہے کہ یہ چیزیں اس وقت معلوم ہوسکتی ہیں جب دل میں یہ جذبہ پیدا ہوجائے کہ دین میں مجھ سے کیا کیا تقاضے وابستہ ہیں اور یہ جذبہ علماء کرام اور اولیاء کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے جس کی ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہیے!

زمین دبانے پر وعید

بندوں کے حقوق کی تفصیلات تو بہت ہیں جیسا کہ گزشتہ سطور سے اندازہ ہوگیا اور کوتاہیاں بھی بہت زیادہ ہیں، دنیا کی ہوس اس قدر دلوں میں گھر کرگئی ہے کہ کوئی کسی کا حق ادا کرنے کو تیار نہیں ہے حد تو یہ ہے کہ اولاد کے والدین کو قتل کرنے تک کی خبریں اخبارات کی زینت بننے لگی ہیں جب کہ یہ سب سے مقدس رشتہ ہے، تاہم کچھ حقوق ایسے ہیں جن میں ابتلا کثرت سے ہے اور جن کی وجہ سے باہم قتل وغارت گری، مقدمہ بازی کی نوبت آتی رہتی ہے ان میں سے زمین پر ناحق قبضہ کرنے، کسی کی مینڈ اور ڈول کاٹنے، پانی کے حق کو چرانے کا معاملہ ہمارے معاشرے میں عام ہے حالاں کہ حدیث شریف میں زمین پر ناحق قبضہ کرنے پر شدید وعید وارد ہوئی ہے ارشاد نبوی ہے:

”مَنْ اقْتَطَعَ شِبْرًا مِنْ الْأَرْضِ ظُلْمًا طَوَّقَهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ“(صحیح مسلم، حدیث: ۱۶۱۰)

جو شخص ایک بالشت بھی زمین غصب کرلے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا اتنا حصہ اس کے گلے کا طوق بنادیں گے۔

اس حدیث شریف کے ضمن میں مسلم شریف میں ایک انتہائی عبرت ناک واقعہ ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے خلاف ”اروی“ نامی ایک عورت نے ایک زمین کے بارے میں مقدمہ کردیا، تو حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس زمین کو اس عورت کے ساتھ چھوڑ دو؛ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جو شخص ناحق ایک بالشت زمین بھی لے لے گا تو ساتوں زمینوں کا اتنا حصہ قیامت کے دن اس کا طوق بنا دیا جائے گا'' (پھر بددعا دی اور کہا) اے اللہ اگر یہ جھوٹی ہے تو تو اس کو اندھا کردے اور اس کی قبر اس کی زمین میں بنا دے، حضرت سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ میں نے اس عورت کو اندھا دیکھا وہ دیواروں کو پکڑ کر چلتی تھی اور یہ کہتی تھی: کہ مجھے سعید بن زید کی بددعا لگ گئی، اسی طرح وہ ایک دن احاطے میں چل رہی تھی کہ اپنے احاطے کے کنویں کے پاس گزری تو کنویں میں گرگئی اور وہی کنواں اس کی قبر بن گیا۔ (صحیح مسلم، حدیث:۱۶۱۰)

اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زمین غصب کرنے اور مال ہڑپنے کی سزا اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی دے سکتے ہیں اور لوگوں کے سامنے ہی ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔

لڑکیوں کی میراث میں کوتاہی

موجودہ معاشرہ میں یوں تو کوئی کل سیدھی نظر نہیں آتی، صورت حال یہ ہے کہ ''تن ہمہ داغ داغ شد، پنبہ کجا کجا نہم'' (پورا بدن ہی چھلنی ہوگیا ہے کہاں کہاں پٹی باندھی جائے) زندگی کے ہر شعبے میں اصلاحی جدوجہد کی ضرورت ہے لیکن جن حقوق میں ہندوستان کے چند گھرانوں کے علاوہ کوئی گاؤں اور آبادی ایسی نہیں ہے جن میں مجرمانہ حد تک کوتاہی نہ برتی جاتی ہو ان حقوق میں سے ایک حق میراث کا ہے، آج کا انسان جو تہذیب یافتہ شمار کیا جاتا ہے، زمینوں کو تہ وبالا کیے ہوئے ہے، کائنات کا مسخر کرنے کا مدعی ہے لیکن جتنی تسخیر ہورہی ہے اتنا ہی انسان جاہلیت سے قریب ہوتا جارہا ہے، دور جاہلیت کی ظالمانہ رسموں کو قریب لگاتا چلا جارہا ہے، یتیموں، بیواؤں اور عورتوں کو ان کے حقوق سے محروم کرنا عام بات ہے، میراث کی حالت یہ ہے کہ خاندان کا زورآور آدمی دیگر وارثین کو ان کا حصہ دینے کے حق میں نہیں ہے خواہ وہ وارثین حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہوں، میت کے چھوڑے ہوئے مال میں سے جو جس کے قبضے میں آجائے اس میں دوسرے وارث کا حق ہی نہیں سمجھا جاتا، خصوصا لڑکی کو والدین کی میراث سے قطعاً محروم رکھا جاتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم جو عورتوں کے خاص ماوی وملجا اور ان کے حقوق کے حامی بن کر مبعوث ہوئے انھوں نے جاہلیت کی رسوم کو توڑتے ہوئے عورت کا میراث میں حصہ مقرر کیا بلکہ خود قرآن کریم میں عورت کی میراث کا مسئلہ مختلف زاویوں سے بیان کیا ماں، بہن، دادی، بیٹی اور بیوی کی میراث کے تفصیلی احکام نازل ہوئے، تفسیر مظہری میں ہے کہ عورتوں کا حصہ تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا تھا ابھی اتنا ہی بتایا گیا تھا کہ ''والدین اور رشتہ داروں کے چھوڑے ہوئے مال میں خواہ وہ چھوڑا ہوا مال کم ہو یا زیادہ، عورتوں کا مقررہ حصہ ہے'' (نساء: ۷) کہ ایک واقعہ پیش آیا، ہوا یوں کہ احد کی لڑائی میں جلیل القدر صحابی حضرت سعید بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ان کی شہادت پر حسب دستور ان کے بھائیوں نے تمام مال و جائداد پر قبضہ کر لیا ان کی اہلیہ اور دو بیٹیوں کو میراث سے محروم کر دیا حضرت سعد کی اہلیہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی تو آپ نے ان کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ صبر کرو عنقریب اللہ تعالیٰ اس بارے میں کوئی فیصلہ فرما دیں گے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورتوں اور لڑکیوں کا حصہ بیان کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی:

''يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ'' (النساء: ۱۱)

اللہ تعالیٰ تمھیں تمھاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے جتنا حصہ ملے گا۔

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے صاف حکم دیا ہے کہ جس طرح میراث میں بیٹوں کا حق ہے اسی طرح بیٹیوں کا بھی حق ہے لیکن اس زمانے میں بھائی، بہنوں کی کوئی حصہ داری روا نہیں رکھتے بلکہ ماحول ایسا بنا ہوا ہے کہ بہنوں کا اپنے حصے کو مانگنا جرم تصور کیا جاتا ہے اگر کوئی بہن ایسا کر لے تو بھائی سنگ دل ہو کر تا حیات ان سے قطع تعلق تک کر لیتے ہیں، ایک عجیب عذر لنگ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ لڑکیوں کو جہیز کی شکل میں خطیر مال دے دیا جاتا ہے، تو میراث اس مال کو کہا جاتا ہے جو مرنے والا اپنے پیچھے چھوڑ کر جاتا ہے زندگی میں دیا ہوا مال تحفہ، ہدیہ اور ہبہ وغیرہ تو کہا جا سکتا ہے اس سے حق میراث ختم نہیں ہو جاتا، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اور بندوں کے تمام تر حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

⁂⁂⁂